International Research Journal of Religious Studies, Vol.:2, Issue: 02,July-Dec PP: 77-91

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

خواتین کی زیب وزینت کے معاشرے پر اخلاقی اثرات

MORAL EFFECTS OF WOMEN BEAUTIFICATION IN SOCIETY

Dr.Hafiza.Saman Sarwar
Lecturer, Department of Arabic and Islamic Studies,The University of Lahore, Lahore, Punjab, Pakistan.
Email: drsaman959@gmail.com
https://orcid.org/0000-0003-3315-9002

Sonam Shahbaz
Lecturer,Dept. of Islamic studies, Punjab university Lahore.
Email: sk9695995@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-5840-6332

Abstract

The current research work identifies the concept of women beautification in moral perspective. In Islam, modesty has high value among women but this concept is not as treated in the western countries. However the effects of beautification is also spreading in Muslim society by electrnic and social media and its results are horrible and damaging the ethical values of humanity. The papar aims to study the design and spatial relationship of health and beauty treatment by blending modern settings. Some women report that beautification is an argentic and assertive act whereas other fined beautification tobe oppressive and disempowering, although embellishment has many disadvantage, some women spend a lot on their beautification while others are very frugal. The present research is qualitative in nature and revolved around descriptive, evaluative and explorative techniques. Both primary and secondary sources have been utilized in this present work e. g. Books of Tafaseer, autobiography, journals, articles and other religious books by renowned authors. All effects were

CC BY

independent of positive effect. The moral effects of women appearancenhancing behaviours on assertiveness by providing evidence that beautification may positively effectsassertiveness in women under some circumstances.

***KeyWords**:Beautification,Women,Society,Fashion, Decoration.*

موضوع کا تعارف

اٹھارہویں صدی عیسوی تک اہل مغرب میں کلیسا کی بالادستی قائم رہی کلیسا نے مغرب کی مذہبی زندگی کی نمائندگی کی لیکن ان کے رہنماؤں نے لوگوں کو صحیح طریقہ پر رہنمائی نہیں کی۔ جو انبیاء اور مقدس لوگوں کا پیش رہا بلکہ اہل کلیسا نے اقتدار کے دعویدار بن کر ایک سنگدلانہ آمریت قائم کرلی جب ان کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوا تو سائنسدانوں نے اپنے نظریات پیش کرنے شروع کردیئے جس سے اہل کلیسا اور سائنسدانوں کے درمیان ایک کشمکش شروع ہوگی کیونکہ سائنسدانوں کے نظریات اہل کلیسا کے خودساختہ نظریات کے خلاف تھے سب سے پہلے ڈارون نے سائنسی نظریہ پیش کیا اور اس کے بعد مسلسل دوسرے محققین اپنے نظریات پیش کرنے لگے۔[(1)] آخر کار روشن خیال اور ترقی پسندوں کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور انہوں نے مذہب اور قدامت پسندی کے نمائندوں کے خلاف بغاوت شروع کردی کیونکہ وہ مذہبی گروہ کی سختی اور ایک ہی جیسے نظریات سے تنگ آچکے تھے اس کے ساتھ ہی وہ احتساب سے بیزار تھے۔ روشن خیال پرستی کے علمبرداروں نے کہا کہ دین و مذہب اور علم ایک دوسرے کے خلاف ہیں یہ کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے ان کی راہیں الگ الگ ہیں اس لئے صرف ایک کو آگے آنا ہوگا۔[(2)]

اٹھارویں صدی کے بعد جب سائنسی نظریات کی بالادستی قائم ہوگئی تو کللیسا کے خاتمے کے ساتھ ہی مذہب کا خاتمہ بھی ہوگیا اور نہوں نے یہی سمجھ لیا کہ خاندانی نظام انسان کا خود قائم کیا ہوا ہے۔ انسانی جسم پر کوئی ایسی بات نہیں جو اس خاندان نظام کو جوڑے رکھے اور شوہر بیوی کا تعلق صرف حیاتیاتی مسئلہ ہے جس کا اخلاق اور اجتماع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[(3)]

اس دور جدید کے آغاز سے صنفنازک ک تنزلی سے اٹھانے کے لئے جو کچھ گیا تھا اجتماعی زندگی پر اس کے اثرات مرتب ہوئے عورتوں کے معاشی حقوق جو سلب کرلیے گئے تھے انہیں واپس کردیئے گئے گئے اعلی تعلیم و تربیت کے دروازے مردوں کی طرح عورتوں پر بھی کھولے گئے مساواات کے معانی یہ سمجھ لئے گئے کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقیاتی مرتبہ اور حقوق میں برابر ہیں بلکہ اسے مرد کے برابر تمدنی حقوق بھی عطا کئے گئے ہیں اور عورت پر بھی اخلاقی بندشیں مرد کی طرح ڈھیلی کردی گئیں۔[(4)] مغربی عورت مرد کی قید سے آزاد ہوگئی اس کے پاؤں میں خاندانی نظام کی بیڑیاں نہیں رہیں جو پہلے ہوا کرتی تھیں وہ مرد کی غلام نہیں جس کی غلامی کو اس نے اقتصادی مجبوری کے تحت قبول کیا تھا اب وہ آزادانہ طور پر ہے کہ وہ جیسے چاہے زندگی گزارے۔ جب وہ آزاد ہوگئی ہو تو اس نے مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے مختلف قسم کے زیب و زینت کے طریقوں کو اختیار کیا چنانچہ مغرب میں مختصر لباس و عریانیت وبا کی طرح پھیل گئی۔[(5)]

اہل مغرب کی موجودہ زندگی روحانیت و مذہبیت سے اس طرح خالی ہے جیسے یونانی تہذیب تھی۔ اہل یونان کی طرح ان کی زندگی لہو و لعب سے بھری ہوئی تھی۔ اسی طرح زندگی اور لذت طلبی اور شوق گل چینی کی وہی کیفیت ہے جو سقراط نے جمہوری نوجوان نے بیان کی تھی۔[(6)] عورت کی اس بے قید آزادی نے مغرب کی پوری زندگی غلط رخ پر ڈال دی ہے اس سے عدم توازن اور بہت برے نتائج سامنے آئے ہیں آرٹ اور کلچر جنسی جذبات کی ترجمانی کررہے ہیں ہیں غرض پوری تہذیب جنس

کی ترجمان بن گئی ہے۔[7]

اس فاحشہ گری کے وجوہات میں سے یہ ہے کہ ہر لڑکی فیشن کے مہنگے لباس اور حسن افزائی کے مختلف قسم کے سامان حاصل کرنے کے لیے بے پناہ محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ سینکڑوں ہزاروں لڑکیاں ایسے قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہوتی ہیں کہ جنہیں وہ اپنی جائز کمائی سے کبھی نہیں خرید سکتیں۔ دونوں صنفوں میں ایک دوسرے سے زیادہ دلکش نظر آنے کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے اعلانیہ طور پر اپنی ادائے دلنوزی دلربائی کو اچھا سمجھا جانے لگے تو حسن و اداء اور جمال کی نمائش اپنی آخری حد تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ موجودہ مغربی معاشرے کی حالت ہے۔[8]

مسلمان ایک عرصہ دراز تک انگریزوں کے ماتحت غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے اس لئے ان کے ذہنوں میں انگریزوں کی بالادستی کا تصور قائم ہو چکا ہے ہندوستان میں غلامی کے دوران عوام اپنے انگریز حکمرانوں کی تقلید کو پسند کرتے تھے اب جب کہ انگریز ظاہری طور پر ہم پر حکمران نہیں لیکن لیکن باطنی طور پر ہم آج کے غلام ہیں ان کے فیشن اور آرائش و زیبائش کے نئے نئے طریقوں کو اپنانے کی سعی کرتے ہیں اور ان کی تقلید کو ترقی یافتہ تہذیب کی پیروی کا نام دیتے رہے ہیں ابوالحسن علی ندوی یوں تحریر کرتے ہیں:

ترقی یافتہ مغرب کی متعددی بیماریاں پسماندہ اور غلام مشرق میں بھی پھیل چکی ہیں یہاں سب بگل بجانے لگے ہیں ہیں یہ باور کروانے کی کوشش کرانے لگے ہیں کامیابی کا اراز مغرب کی تقلید کرنے مضمر میں ہے اور اور خوشحالی زندگی بسر کرنے کے لئے اہل مغرب کے طریقوں کو اپنانا ہوگا۔[9]

اخلاقی پہلو

خوبصورت نظر آنا انسانی فطری خواہش ہے ہر زمانے میں انسان اپنے آپ کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتے آئے ہیں مگر اکثر لوگ اس معاملہ میں افراط و تفریط کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ذوق جمال کے اعتبار سے انسانوں کے لیے خوبصورتی کے تین درجات ہیں:

1: پہلے درجے میں انسان بدبو غلاظت اور میل کچیل سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے کیونکہ گندگیوں کو اپنے آپ سے دور کر کے اور صفائی ستھرائی حاصل کر کے انسان نا صرف پاکیزگی حاصل کرتا ہے بلکہ خدا کی عطا کردہ فطری شکل و صورت میں لوگوں کو بھلا بھی لگتا ہے، یہ نجاستیں ذوق سلیم پر سخت گراں گزرتی ہیں۔ خوبصورتی کا یہ وہ درجہ ہے جس کا حصول لازمی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دین میں کثرت کے ساتھ ایسے احکام ہیں جو صفائی ستھرائی اور پاکیزگی پر مبنی ہیں جیسے ناخن تراشنا غیر ضروری بال صاف کرنا، غسل اور وضو کے احکام وغیرہ۔

2: انسنای خوبصورتی کا ایک درجہ ہے کہ اس درجہ کا اختیار کرنا محمود اور پسندیدہ ہے کہ جس میں انسان باقاعدہ زیب و زینت اختیار کرتا ہے۔ اس قسم کی زیب او زینت کا خواتین بہست اہتمام کرتی ہیں لباس کی خوابصورتی، بالوں کی آرائش، چہراے اور دیگر کھلے رہنے والے اعضاء پر سنگھاار اور زیوارات وغیرہ اس کی نماایاں مثالیں ہیں۔ صنف نازک ہونے کے بناپر اان کا ایسا کرنا ایک فطری عمل ہے تاہم خواا تین پر اس حوالے سے کچھ پابندیان لگائی گئی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مردوں کے لئے خواتین میں ایک کشش فطری طور پر پائی جاتی ہے۔ خواتین کی اضافی زینت وزینت کا عمل اس کشش میں اضافے کا سبب بن جاتا ہے اس کشش کو اا گر آزاد اور بے روک ٹوک چھوڑ دیا جائے تو یہ زنا کے ااس جرم تک انسان کو پہنچا دیتی ہے جو پورے امعاشرتی ڈھانچے کو درہم برہم کر دیتا

ہے۔

3: خوبصورتی ااختیار کرنے کا ایکمقام یہ ہے جس میں لوگ فطری اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں مثال کے طور پر زیب وزینت میں اسراف کرنا متکبرانہ انداز اختیار کرنا یاہر کام سے ہٹ کر ہمہ وقت خود کو جاذب نظر بنانے میں لگ جانا یا پھر انسان کی فطری حالت میں تبدیلی کر کے خوبصورت بننے کی کوشش کرنا وغیرہ۔ خوبصورتی اختیار کرنے کے تیسرے درجے کو میں لے کر آگے بڑھتی ہوں۔اس میں جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ اسراف، متکبرانہ انداز وغیرہ ہمارے ہاں یہاں اسی طرح کا انداز پایا جاتا ہے ہے خوبصورتی اور زیب وزینت کو اختیار کرنے میں ہر چیز کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔اسراف یعنی فضول خرچی اور کنجوسی اور بخل کو بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کرنا چاہئے یہ دوانتہائیں ہیں جن میں آج معاشرے کی خواتین مبتلا ہیں ہماری بعض خواتین تو وہ ہیں جن کے پاس جتنا مال آ جائے وہ چند دناوں میں بلکہ چند لمحوں میں فاضول خرید وفروخت میں اڑا دیتی ہیں ہیں پھر بڑے فاخزانہ سے شیخیاں مارتی ہیں کہ ہم نے اتنی رقم کی شاپنگ کی۔(10)

فضول خرچی

خواتین کی زیب وزینت کی اشیاء کے حوالے سے اخلاقی حالت

عورتوں کی فضول خرچی عموماً جدید فیشن پر مبنی ملبوسات سے میچنگ رکھنے والے سینڈل، میک اپ کے سامان اور گھریلو آرائش وزیبائش کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی عورت کو قیامت تک بھی زندگی عطا کر دی جائے اور دنیا کی تمام دولت اس کے قدموں میں ڈال دی جائے تب بھی وہ اپنی متلون مزاج طبعیت کی بناپر ان چیزوں سے سیر نہیں ہو گی بلکہ نت نئے فیشن کی تلاش میں خود اپنے چہرے کو جدید دیدہ زیب نقش و نگار سے آلودہ کرنے اپنے گھر کو نئی ترتیب دینے اور آرائش وزیبائش کے لیے پریشان ہوتی رہے گی۔ایسی خواتین کا المیہ ہے کہ ان کا لباس اور میک اپ وغیرہ چاہے سب سے اچھا ہو تب بھی وہ دوسروں کے لباس، جیولری اور میک اپ وغیرہ کو دیکھ کر کمتری واور تنزلی کے احساس کا شکار ہو جاتی ہیں اور دوسری خواتین کی تقلید میں اپنی اچھی بھلی شخصیت کو بھدا اور داغدار بنا لیتی ہیں۔ایسی خواتین کے گھروں میں جوتوں لباس اور جیولری وغیرہ کی بھرمار ہوتی ہے اور شیخی مارنے والی یہ عورت دوسری خواتین کو فخر سے بتاتی ہے کہ میرے پاس فلاں فلاں چیز اتنی تعداد اور مقدار میں موجود ہے۔اور اگر کوئی خاتون ایسی عورت سے یہ کہہ دے کہ اس کے پاس مذکورہ چیز اس کی نسبت زیادہ تعداد میں موجود ہے تو اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے پھر وہ اپنے خاوند کے پیچھے پڑ جاتی ہے اور ناشکری کرتے ہوئے کہتی ہے کہ مجھے تیرے گھر سے کبھی بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ایسی خواتین عموماً امیر طبقے سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہ فطرت اور عیب درمیانے درجے کی خواتین میں بھی پایا جاتا ہے وہ بھی حتی المقدور اپنی یہ بے مقصد خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔(11)

کنجوسی

اسی طرح دوسری قسم کی خواتین یہ دوسری انتہا پر قائم ہیں اور وہ کنجوسی ہے جسے وہ بسا اوقات کفایت شعاری قرار دیتی ہیں حالانکہ ان کے اس بخل کا کفایت شعاری سے کوئی تعلق نہیں۔یہ ایسی خواتین ہیں کہ ان کا ایک ایک لباس کی کئی سال چلتا ہے اور اپنے خاندانوں کے لیے جائز زینت وزینت بھی اختیار نہیں کرتیں۔ان کے گھر سے فرسودگی عیاں ہوتی ہے ایسی عورتیں کسی دکان پر چلی جائیں تو دکانداروں سے فضول تکرار کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ انہیں وہ چیز مفت ہی مل جائے۔یہ خواتین تحائف لینے

کو ہر دم تیار رہتی ہیں ہیں لیکن تحفہ دینا انہیں کبھی گوارا نہیں ہوتا ایسی خواتین کبھی کسی کو کوئی چیز دینے پر راضی ہی نہیں ہوتی اور اگر کبھی کسی کو کچھ دے بھی دیں تو اپنے اس احسان کا برسوں ڈھنڈورا پیٹتی ہیں۔

صحت اور حسن و آرائش

ایسی خواتین اپنی صحت اور حسن و آرائش کا قطعاً خیال نہیں رکھتیں اور موسمی پھلوں اور دیگر مرغوبات زندگی سے کبھی لطف اندوز نہیں ہوتیں۔ بیمار پڑ جائیں تو ان کی ابتدائی خواہش یہی ہوتی ہے کہ دوا نہ لینی پڑے اگر ڈاکٹر یا حکیم سے دوائی لے بھی لیں تو طبیب یا ڈاکٹر کے نسخے کو مکمل طور پر استعمال نہیں کرتیں۔ ایسی خواتین عموماً درمیانے درجے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جسے سفید پوش طبقہ کہا جاتا ہے میری اس گفتگو سے مراد ایسی خواتین ہر گز نہیں ہیں جو نچلے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہیں اہم ضروریات زندگی کا سامان بھی بمشکل میسر آتا ہے اور ان کی زندگی کے اکثر ایام فاقوں میں بسر ہوتے ہیں لیکن میری مراد وہ خواتین ہیں جو ضروریات زندگی سے زیادہ مال رکھتی ہیں اور ان کی آمدنی ان کے اخراجات سے زیادہ ہوتی ہے لیکن وہ پھر بھی کنجوسی کرتی ہیں ان میں اگرچہ اکثریت سفید پوش طبقے کی ہیں لیکن بعض امیر گھرانے کی خواتین بھی کنجوسی میں مبتلا ہیں۔

زیب وزینت اور بے حیائی

اگر غور کریں تو حفاظتی اقدامات جو خاتون کے لئے لگائے گئے ہیں تو وہ بھی اس کے ناموس کی حفاظت کے لیے، کہیں کسی کا بنیادی سا جملہ بھی اس کے کردار کو داغ نہ لگا دے مگر کیا کہیں ان نادان پاکستانی ڈراموں اور فلمون کا جنھوں نے خواتین کے کردار کو مسخ کرنے میں کوئی نہیں چھوڑی موجودہ دور کے ڈراموں کا جائزہ لیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ عزت دار عورتوں کو ان میڈیا والوں نے کیا داغدار کر دیا۔ آپ کوئی بھی ڈرامہ دیکھ لیں ہر جگہ کہانی صرف عورت کے گرد گھومتی ہے جو عورت کبھی گھر کی عزت ہوا کرتی تھی وہ آج بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ پہلے ڈوپٹہ سر پر ہوتا تھا پھر وہ اتر کر گلے میں آیا اور پھر بلکل ہی غائب ہو گیا۔ جو لباس ان ڈراموں میں دکھانے لگے ہیں وہ کسی طرح بھی ہماری ثقافت کا حصہ نہیں ہے نہ ہی ہمارے دین میں اس کی کوئی گنجائش واجازت ہے نہ صرف لباس بلکہ عورت کا کردار بھی اتنا خراب دکھایا جا رہا ہے کہ معاشرے میں عورت ذات کو ہی برا سمجھا جانے لگا ہے۔ اب تو یہ صورت حال ہے کہ لباس مغربی طرز کا ہو چکا ہے ٹائٹ جینز، تنگ پاجامہ، جسم سے چپکی ہوئی ٹی شرٹ، ٹخنوں سے اوپر ہوتے چست پاجامے جو ٹانگوں سے اتنے چپکے ہوتے ہیں کہ جسم باآسانی نظر آئے اور اسی پر بس نہیں اب تو ڈرامے کی اداکارہ نائٹ ڈریس پہن کر نہ صرف پورے گھر میں ملازمین کے سامنے گھومتی نظر آتی ہیں بلکہ اسی ڈریس کو پہنے ہوئے گھر کے باہر تک چلی جاتی ہیں۔

اس کی وجہ یہ ڈرامے میں عورت کا کردار لالچی بے وفا، پیسوں کی پجاری، بد تمیز، خود سر دکھایا جاتا ہے۔ [12]

جیسا کہ میڈیا کے کردار کے ضمن میں بات ہو رہی ہے کہ میڈیا نے عورتوں کی زیب وزینت اور نئے جدید فیشن کے ضمن سے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں لباس جیسی نعمت سے نوازا۔ اس کی بنا پر آج ہم بہت سے جسمانی عیوب چھپائے پھرتے ہیں لباس عفت اور پاک دامنی کے حصول اور فحاشی، عریانی اور بے حیائی کا سد باب کرنے کا نہایت اہم ذریعہ ہے لیکن اس دور جدید میں خواتین کے لیے پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور فیشن انڈسٹری نے عورتوں کے لئے زیب وزینت کے نت نئے ڈیزائن مہیا کئے ہیں۔ جن میں نئے فیشنوں پر بڑی رقم برباد کرنے کے ساتھ ساتھ نت نئے فیشنوں میں پڑ کر دن بہ دن اپنے لباس کو فٹنگ کے نام پر تنگ سے تنگ تر اور چھوٹے سے چھوٹا کیے جا رہی ہے کہیں تو اپنی قبا کے چاک اونچے

رکھواتی ہیں اور کہیں اس کے پائنچے اوپر اٹھاتی ہیں۔ کہیں خواتین ہاف آستینوں والے عریاں بازو لوگوں کو دعوت نظارہ دیتے ہیں ۔یہ بہت بری بات ہے۔ عریاں بازؤں سے گھٹیا جذبات انگیخت ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے خواتین کا نسوانی حسن جھلکتا ہے انگ انگ نمایاں ہوتا ہے اور ایسی خواتین کا لباس مردوں کے لیے وجہ آزمائش بن جاتا ہے۔

متکبرانہ سوچ

خواتین جس وقت کپڑے یا زیورات کی زیب وزینت کی دیگر اشیاء کی خریداری کے لیے جاتی ہیں تو اس بات کا خیال نہیں کرتی کہ الماریوں میں کپڑے اور زیورات کتنے ہیں اور شاید ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کو کبھی پہننے کا موقع بھی میسر نہیں آیا ہوگا۔ بلکہ سہیلیوں میں بیٹھ کر اپنے قیمتی ملبوسات کے بارے میں شیخی مارتی فخریہ گفتگو کرتی ہیں ایسی خواتین کے جوتے اور کپڑے بھی میچ ہوتے ہیں اور اس کی تلاش میں وہ کئی کئی دن سرگرداں رہتی ہیں جوتوں اور کپڑوں کے ساتھ مشابہت کا رواج زیادہ پرانا نہیں ہے یہی کوئی دس بیس سال پرانا ہوگا اس سے پہلے یہ رواج نہ تھا لیکن دور جدید کی عورت اگر اس کا اہتمام نا کرے تو اس کو سکون ہی نہیں آتا۔ بلاشبہ زیب وزینت اختیار کرنا عورت کا حق ہے بلکہ خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرنا اس پر فرض ہے اسلام اس سے منع نہیں کرتا بلکہ وہ تو اس کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ خاوند حصول معاش کے لئے نہایت محنت اور مشقت کرتا ہے اور بسا اوقات اس محنت کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی طور پر تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے ایسی حالت میں وہ گھر آئے اور بیوی کو آراستہ اور حسین وجمیل صورت میں دیکھے تو اس کی ذہنی و جسمانی تھکاوٹ لمحہ بھر میں زائل ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ دیکھے کہ اس کی بیوی کے کپڑے گرد آلود چہرہ پراگندہ اور بال الجھے ہوئے، میلے کچیلے ہیں تو اسے کوفت ہونے لگے گی اور بیوی سے متنفر ہو جائے گا ۔ہر چند کہ یہ سب درست ہے مگر اسلام اسراف کی اجازت نہیں دیتا۔ میک اپ کی اشیاء خریدنے میں فضول خرچی کسی صورت بہتر نہیں۔ ہمارے ہاں خواتین اپنے گھریلو بجٹ کا ایک بڑا حصہ اپنے سامان آرائش کی نظر کر ڈالتی ہیں یہ وہ گھریلو خواتین ہیں جو گھر میں ہی آرائش وزیبائش کر لیتی ہیں جب کہ وہ خواتین جو بیوٹی پارلروں میں جا کر اپنا میک اپ کراتی ہیں ان کے اخراجات تو بہت زیادہ ہیں۔ میک اپ وغیرہ کے سلسلے میں کئی طرح کے محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے مثلا:

میک اپ کے سلسلے میں خواتین اپنا بہت سا قیمتی وقت برباد کرتی ہیں میک اپ کی دلدادہ خواتین ہر وقت بال سنوارنے میں سرخی پاؤڈر لگانے، پلکنگ کرنے اور بال رنگنے ہی میں مصروف رہتی ہیں ان کی تمام تر توجہ اپنے میک اپ پر ہوتی ہے گھر کی انہیں ذرہ بھی پروا نہیں ہوتی انہیں فکر ہوتی ہے تو صرف اس بات کی کہ کہیں ان کی سرخی کا رنگ ماند نہ پڑ جائے، ان کے بالوں کا سٹائل خراب نہ ہو جائے، ان کے چہرے کا غازہ اور کریم اتر نہ جائے اور ان کی جیولری کی چمک مدھم نہ ہو جائے ایسی خواتین کو ہر وقت یہی خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ان کا میک اپ نہ اتر جائے۔ بعض خواتین ایسے فیشن اور میک اپ اختیار کرتی ہیں جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا مثلاً:

پلکنگ کرانا، پلاسٹک سرجری کرانا، مردانہ خوشبوئں کا استعمال کرنا اور نیل پالش لگانا وغیرہ۔ شادی بیاہ میں خواتین گھنٹوں لگا کر تیار ہوتی ہیں تو پھر عبادت سے بے نیاز ہو جاتی ہیں کیونکہ وضو کرنے سے اپنے میک اپ پر کی جانے والی محنت برباد ہونے کا خدشہ ہے۔

فیشن اور زیب وزینت کے موجودہ طریقے

انسان قدیم زمانے سے ہی اپنی شخصیت کی سجاوٹ اور زیب وزینت کے نت نئے طریقے استعمال کرتا رہا ہے ہر زمانے میں اگر کوئی فیشن ایجاد ہوتا تو وہ صرف ایک علاقے تک محدود رہتا تھا لیکن آج کا دور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا دور ہے اس طرح ہم دوسرے ممالک کے فیشن اور جدید رجحانات سے واقفیت حاصل کرتے ہے آج کے دور میں فیشن بین الاقوامی طور پر مقبولیت حاصل کر لیتا ہے اور پوری دنیا میں یا تو اسے قبول کر لیا جاتا ہے یا رد کر دیا جاتا ہے۔ لباس ہماری شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے لیکن آج کل مختصر لباسی کو اپنایا جارہا ہے دوپٹہ لینے کا فیشن ہی ختم ہو چکا ہے ڈوپٹہ تو لاکٹ کے طور پر گلے میں ڈالا جاتا ہے بعض اوقات دوپٹے کو لباس میں شامل ہی نہیں کیا جاتا۔ ڈیپ گلے اور سلیولیس قمیض کے علاوہ لباس ایسا پہنا جارہا ہے جو پہننے والے کی جسمانی ہئیت اور وضع قطع کو واضح کرنے والا ہو خواتین تنگ لباس یا چست لباس پہنتی تھی لیکن آج کل خواتین کے ساتھ مرد بھی تنگ لباس پہن رہے ہیں۔ یہی مختصر و تنگ لباسی عریانیت کو فروغ دے رہی ہے۔ پہلے پہل تو عریاں لباس صرف فلمی اداکاروں تک محدود تھے لیکن آج کل تو فیشن کی دوڑ میں نمایاں نظر آنے کے لیے اور مغرب کی تقلید کے لیے عام خواتین بھی عریاں لباس پہن رہی ہیں۔[13]

دور جدید میں مغربی تقلید کی وجہ سے خواتین میں بے حیائی اور عریانیت رجحان پیدا ہو گیا ہے یہ رجحان جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اس سے عریانیت میں اضافہ ہو رہا ہے عورت کے ذہن میں یہ تصور بیٹھ گیا ہے کہ اس کی خوبصورتی، جسمانی ہیئت اور خوش نما لباس دوسروں سے چھپانے کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ہے اور اس کو عین فطرت انسانی کہا جارہا ہے۔[14]

صنف نازک فیشن پرستی کے نام پر عریانیت کی حدود کو چھورہی ہے عورتوں نے بن سنور کر رہتہ ہے۔ فیشن شو کے نام پر نوجوان لڑکیاں مختصر اور چست لباس کی نمائش کرتی ہیں تاکہ دوسری نوجوان لڑکیاں بھی اس حیاکش لباس کو پہنیں۔[15] عورتوں نے چست اور مختصر لباس کے علاوہ جنیز، شرٹ اور پتلون وغیرہ کو بھی فیشن کے طور پر پہننا شروع کر دیا ہے لباس کو زپ اور cuts کے ذریعے مزید عریاں بنایا جارہا ہے جب خواتین ایسے لباس پہن کر بازار وغیرہ میں پھرتی ہیں تو اس معاشرے پر بھی مغربی معاشرے کا گمان ہونے لگتا ہے اسلام نے مردوں کے لیے سلک، ریشم اور دیگر نرم و نازک کپڑوں کا استعمال منع کیا ہے لیکن آج کل اسلامی تعلیمات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مرد حضرات ریشم، سلک اور چمکیلے کپڑے کا لباس پہن رہے ہیں اور رنگ اتنے شوخ ہوتے ہہیں۔ مردانہ لباس میں سرخ، سبز، جامنی میرون و دیگر شوخ رنگ استعمال کرنے کے علاوہ اس پر ایمبرائیڈری کروانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ مردوں کا اپنے ازار سے ٹخنوں کو ڈھانپنا اور عورتوں کا اپنے ٹخنے ننگے رکھنا بھی فیشن میں شامل ہو چکا ہے اب لوگ فیشن سے متاثر ہو کر جینز، ٹی شرٹس اور اسپورٹس کلاتھ کا استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شرٹس پر مختلف تصاویر بنانے کا رجحان گانے والوں کی طرف سے دیکھ کر بڑھ رہا ہے۔[16]

تعلیم یافتہ لوگوں نے پستی کا علاج یہی سوچا کہ مغرب کی تقلید کی جائے یعنی مرد تو داڑھیاں منڈوادیں مونچھیں بڑی رکھیں اور کوٹ پتلون استعمال کریں تاکہ کسی انگریز کے فرزند نظر آئیں اور یہی آج کل فیشن ہے۔[17] مردوں میں زیورات پہننے کا ذہنیت بدل رہی ہے۔ دور حاضر میں مردوں میں سونے کی زنجیر، لاکٹ، بالیاں رنگارنگ، انگوٹھیاں، کڑے، چوڑیاں، اور کوکے پہننا عام ہو گیا ہے۔ بھنوؤں میں بھی بالی ڈالی جاتی ہے۔[18]

انسانی حسن کو مزید نکھارنے اور اس کی زیبائش کے لیے میک اپ میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ہو رہا ہے پہلے تو صرف

خواتین کے بیوٹی پالرز ہوتے تھے اور سجنا سنورنا صرف عورتوں تک ہی مخصوص تھا آج کل مردوں میں بننے سنورنے کا رجحان عورتوں سے بھی زیادہ ہے مردوں کے بھی اسی طرح بیوٹی پارلر بن گئے ہیں جس طرح عورتوں کے لئے ہیں شادی کے موقع پر جس طرح دلہن کا میک اپ کیا جاتا ہے اسی طرح دلہا کا میک اپ بھی کیا جاتا ہے اور یہ ایک فیشن بن گیا ہے۔[19]

دلہن کو خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے اور اس پر ہزاروں روپے برباد کیے جاتے ہے ہیں لہٰذا دلہن اپنا میک اپ بچانے کے لئے نماز ترک کر دیتی ہے یا کسی نیم مفتی کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے تیمّم کر کے نماز پڑھ لیتی ہے یہ ٹھیک ہے کہ خاوند کے لیے زیب وزینت اور آرائش اختیار کرنی چاہیے لیکن یہ اجازت محدود ہے اس کی حد یہ ہے کہ یہ آرائش اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی قیمت پر نہیں ہونی چاہیے محض چمک دھمک کے پیچھے بھاگنا بے سکونی کو جنم دیتا ہے۔آرائش وزیبائش کے بے محابہ اظہار نے اخلاقی گراوٹ اور پستی کو جنم دیا ہے اسکول، کالج، یونیورسٹی، شاپنگ مالز، دفاتر تفریح گاہوں غرض ہر جگہ پر خواتین اور نوجوان لڑکیاں بے حجاب مکمل سنگھار کے ساتھ جاتی ہیں۔ مخلوط تعلیم، مخلوط کاروبار اور اس پر سولہ سنگھار، لباس پہن کر جب حوا کی بیٹی بے حجاب نکلتی ہے ابن آدم کے لیے کڑا امتحان بن جاتی ہے۔

جنس مخالف کو متاثر کرنے کے لئے لباس، میک اپ اور دیگر اشیائے آرائش سجا کر نکلتی ہیں۔ معاشرے میں بے سکونی و جنسی انارکی، انتشار اور خلفشار کا باعث بنتی ہیں۔خواتین کے خلاف بڑھتے ہوئے اخلاقی جرائم کی سب سے بڑی وجہ بے حجابی اور فحش لباس پہننا ہے۔اسکولوں اور کالجوں میں مخلوط تعلیم اور ایسی یونیفارمز کا رواج دیا جارہا ہے جس میں نصف برہنگی کے کے ساتھ بے حیائی ہے مخلوط تعلیم کے ساتھ بے ہودہ لباس پر اعتراض کرنے والے قدامت پسند اور دقیانوسی کا لقب پاتے ہیں۔حالانکہ اس حیاسوز ماحول میں نشوونما پانے کے بعد کالج اور یونیورسٹی میں میں پہنچنے تک مسلم بچیوں کے رنگ روپ بھی بالکل آزادی اور بے حیائی میں ڈھل چکے ہوتے ہیں ان کی شرم وحیا مر چکی ہوتی ہے لہٰذا کھلے عام بے ہودہ اور ننگا لباس پہن کر مرد دوستوں کے ساتھ مذہبی اقدار واخلاقیات کا جنازہ نکالتی ہیں۔

وہ حدیث بھی اس موضوع پر روشنی ڈالتی ہے جس میں سرکار رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

إذا لم تستح فاصنع ما شئت [20]

کیونکہ جب حیانہ ہو تو حیوانی جبلت غالب آ جائے گی اور انسان حیوانیت کی سطح پر اترنے میں عار محسوس نہ کرے گا۔ حیا جیسی چیز کو گہرائی میں اتر کر دیکھا جائے تو حیا بے حیائی کی ضد ہے۔اخلاق یا حیا کی ضد بداخلاقی ہے۔ بے حیائی انسانیت سے دور لے جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اچھا خاصہ انسان نما حیوان بن جاتا ہے۔ وہ اپنی انسانیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

عصر حاضر میں فتنوں کی بھرمار ہے۔ اس زمانے میں سب سے بڑا فتنہ خوبصورت بننے والا مصنوعی آرائش اور یورپی صلیبی ممالک سے درآمد شدہ مصنوعات اور ملبوسات کے پیچھے دوڑنے والا فتنہ ہے۔جب کہ عورت تو اپنے وجود میں ہی فتنہ ہے جیسے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ :

"میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر نقصان دہ فتنہ کوئی اور نہیں چھوڑا"[21]

موجودہ دور بیش تر میں بیوٹی پارلر فتنوں کا سبب بن رہے ہیں۔ بیوٹی پارلر کے معاشرے پر بہت گہرے سماجی اور معاشی نقصانات مرتب ہو رہے ہیں۔ بیوٹی پارلر کے سماجی و معاشی نقصانات بیان کرنے سے پہلے بیوٹی پارلر کی شرعی حیثیت کی وضاحت ضروری

ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

بیوٹی پارلرز کی شرعی حیثیت

مولانا یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں:

"خواتین کو آرائش وزیبائش کی تو اجازت ہے۔ بشر طیکہ حدود کے اندر ہو لیکن موجودہ دور میں بیوٹی پارلرز کا جو پیشہ اختیار کیا جاتا ہے اس میں چند در چند قباحتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ پیشہ حرام ہے۔[22]

تفہیم المسائل میں مفتی منیب الرحمٰن بیان کرتے ہیں:

بیوٹی پارلر کے کاروبار کو بعض شراط پر جائز قرار دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں بعض وضاحتیں مطلوب ہیں

1. دلہن کا میک اپ جائز ہے، جسے دلہن بنانا کہتے ہیں۔ بشر طیکہ اس کام میں استعمال ہونے والے کریم پاوڈر وغیرہ میں کوئی حرام یا ناپاک اجزاء شامل نہ ہوں۔
2. چہرے کا مساج بھی جائز ہے۔
3. آئی برو بنانا اور چہرے کے بال اتارنا (Threading) شرعاً اگرچہ مستحسن نہیں ہے لیکن شوہر کی دلداری کے لیے فقہاء نے اسے مباح قرار دیا ہے۔
4. بالوں کو رنگنا یا مہندی لگانا جائز ہے۔
5. لمبے بالوں کو برابر کرنے کے لیے ایک دو انچ کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے یا مردانہ وضع اختیار کرنے کا اطلاق نہیں ہوتا۔
6. چھوٹے بچوں کے بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[23]

تمام امور جن کے جواز کا ذکر کیا گیا ہے عورتوں کے لیے مردوں سے کرانا حرام ہے اور ایسی عورتوں سے کرانا بھی منع ہے جو عورتوں کے جسمانی معائب یا محاسن دوسرے مردوں کے سامنے بیان کریں۔ ایسا میک اپ بھی منع ہے جس پر گھنٹوں لگ جائیں اور یہ فرض نماز بھی ترک ہو جائیں یا اس میک اپ کو برقرار رکھنے کے لیے انسان وضو نہ کرے اور اس طرح نمازیں چھوٹ جائیں۔ ان حالات میں بیوٹی پارلر جانا ٹھیک نہیں ہے۔ عورت کا اصل حسن عفت، حیاء، پاک دامنی اور حسن سیرت ہے۔ تقویٰ وطہارت ہے جو خالق کو پسند ہے باقی سب فریب نفس اور فریب نظر ہے۔

بیوٹی پارلر کے نقصانات

سائنس کی ترقی نے جتنی سہولتیں انسان کو دی ہیں۔ وہاں کچھ ایسی چیزیں بھی دی ہیں کہ جن سے بظاہر تو انسان خوبصورت نظر آتا ہے لیکن اس خوبصورتی کے اندر انسانی زندگی ویران اور پریشان ہے۔ موجودہ دور کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی کا سبب 'بیوٹی پالر' منظر عام پر آیا ہے۔ گزشتہ کچھ سالوں ایک عمل جو بار بار دیکھنے اور سننے میں آرہا ہے وہ یہ ہے کہ بیوٹی پارلر کے ذریعے خواتین کے جسم کا ننگا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے گھر، نسلوں اور زندگیوں کی بربادی سامنے آرہی ہے۔

قدیم روم کی ثقافت میں ہمیں ایسے بہت سے پارلر ملتے ہیں۔ جہاں خواتین کے پورے جسم کو بھاپ دی جاتی تھی۔ اس کا مساج کیا جاتا تھا اور بیوٹی پارلر وسیع وعریض ہوتے تھے۔ اس میں ٹھنڈے اور گرم پانی کے تالاب ہوتے تھے۔ اس اس میں موسیقی کا اہتمام ہوتا تھا۔ اور مختلف جڑی بوٹیاں خواتین کی خوبصورتی میں اضافے کے لیے استعمال ہوتیں تھیں۔ ڈاکٹر ڈریپر اپنی کتاب ''معرکہ

مذہب وسائنس '' میں یوں تذکرہ کرتے ہیں :

'' روماجو عام طورپر عصمت کی طلائی زنجیر سے آزاد تھیں۔ ان کی مستی انگیزی رہتی تھی۔ عالی شان حماموں، دل کش تماشا گاہوں اور جوش آفریں دنگلوں سے جن میں پہلوان کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی وحشی درندے سے اس وقت تک مصروف زور آزمائی رہتے جب تک حریفوں میں سے ایک خاک وخون میں نہ مل جاتا''(24)

اسی طرح ڈاکٹر مبارک علی وضاحت کرتے ہیں :

'' رومیوں کی تفریح کا ایک بڑا ذریعہ حمام ہوتے تھے۔ یہ صرف نہانے کی جگہ نہیں بلکہ آپس میں ملنے جلنے، بات چیت اور بحث ومباحثہ کرنے کی جگہ بھی ہوا کرتی تھی۔ یہاں وہ دن بھر کام کرنے کے بعد جاتے، پہلے ورزش کرتے پھر اس کے بعد کپڑے بدلنے والے کمرے میں جاتے اور لباس اتار دیتے۔ اس کے بعد وہ دوسرے کمرے میں جاتے جہاں آہستہ آہستہ پانی گرم ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد ان کے جسموں پر تیل ملا جاتا اور ٹھنڈے پانی سے نہایا جاتا۔ ان کے پبلک حماموں کی عمارتیں آج بھی جگہ جگہ موجود ہیں۔''(25)

ان رومن طرز کے حماموں کی مانند اب پاکستان میں بھی بہت سے بیوٹی پارلر تیار کیے گے ہیں۔ جس میں خواتین کی تفریحات کے لیے موسیقی کا اہتمام ہوتا ہے۔ ٹھنڈے اور گرم پانی کا انتظام ہوتا ہے۔ بڑے بڑے کھلے باغ نما میدان ہوتے ہیں۔ جہاں خواتین سیر وتفریح کے لیے جاتی ہیں۔ اور خوش گپیاں کرتی ہیں۔ ان کے جسموں کو بھی مساج دیا جاتا ہے۔ اکثر خواتین مساج کے لیے باقاعدگی سے آتی ہیں۔ جہاں ان کے سر کا مساج کیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ نازوانداز میں پلی لڑکیاں سر بھی انہی سے دھلواتی ہیں۔ اس کے لیے بھی کثیر رقم خرچ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ویکس، مینی کیور اور پیڈی کیور کے لیے گلاب کی پتیوں میں ان خواتین کے ہاتھ پاؤں بھگوئے جاتے ہیں۔ اکثر خواتین اپنا ستر بھی ان سنگھار خانوں میں کھول دیتی ہیں۔ جسم کی ویکس کرواتی ہیں۔ وائٹنگ فیشل، ہربل فیشل، سادہ فیشل، گولڈن فیشل، فیس پالش کا اہتمام رومی طرز کے حماموں میں بھی تھا اور آج کل بھی خواتین اپنی تمام کاموں کو بغیر سوچے سمجھے کروا رہی ہیں۔ اور خواتین ہی ان پارلروں کو چلا کر پیسہ کما رہی ہیں۔

جو عورت بیوٹی پارلر جاتی ہے اور فیشن اختیار کرتی ہے وہ اس بات میں مصروف رہتی ہے کہ وہ دوسری خواتین کی نسبت اپنے آپ کو نمایاں کرے۔ تاکہ دوسرے لوگ اس کو پسند کریں اور وہ ان کی نظروں اور تعریفوں کا محور ومرکز بنی رہے۔ وہ ہر موقع کی مناسبت سے اپنے آپ کو جوان اور سب سے ہٹ کے دیکھتی ہے۔ وہ بے شمار دولت اور اپنا لمبا وقت اس مقصد کی خاطر صَرف کر دیتی ہے۔ اگر وہ دوسری خواتین پر فائق رہتی ہے اور دوسروں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو ان کے مقابلے میں خود کو بڑا سمجھتی ہے اور فخر وغرور سے کام لیتی ہے۔ اگر کوئی خاتون اس سے آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی نگاہیں اس سے پھر جائیں تو اس کا دل غیظ وغضب سے بھر جاتا ہے۔ اس کو رنج وغم کی ایسی کیفیت لاحق ہوتی ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بیوٹی پارلر جانے والی اور فیشن کی دلدادہ خاتون دو حالتوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک فخر وغرور کی حالت میں اور دوسری بغض، کینہ اور حسد کی حالت میں۔ ان دونوں حالتوں میں جو بڑا نقصان ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

1. ایک علمی کانفرنس میں جس کا اہتمام کچھ 'ماہرین نفسیات' نے مل کر کیا تھا اس میں اس امر کی توثیق کی گئی کہ قد سے چھوٹا لباس پہننا بالکل خوف اور بے چینی کے ہم پلہ ہے۔ انہوں نے اس عورت کے بارے میں جوا

یسا لباس پہنتی ہے یوں اظہار خیال کیا کہ ایسی خاتون مستقل مزاج اور پائیدار سوچ کی حامل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے ذہنی خیالات اور فکری رجحانات کسی بھی صورت پختہ نہیں ہوتے۔ دوسری تحقیقات بھی اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ چھوٹے کپڑے پہننے والے کو بچہ بنے رہنے اور اس کی عقلی سطح کو ظاہر کرتے ہیں"(26)

مغربی لندن کے رہنے والے ڈاکٹر یقولاس بارینگ کہتے ہیں:

.برطانوی مرد اسی عورت کے خائف رہتے ہیں جو افزائش حسن کی دلدادہ ہوتی ہیں

مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ:

2. "عورت سر شام کوئی آدھ گھنٹے کے لئے غائب رہنے کے بعد واپس پلٹتی ہے تو اس نے اپنے چہرے کو رنگوں کے پیچھے چھپایا ہوتا ہے۔ تو عورت اس حد تک اپنے چہرے کو نمایاں کرنے میں بے چینی اور پریشانی کا شکار رہتی ہے تو جانیے کہ اس کیفیت سے اس کی ذہنی اور اعصابی بیماریوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری خواتین جو میک اپ کیا چیز میں استعمال نہیں کرتیں وہ ذہنی طور پر مطمئن اور پراعتماد رہتی ہیں۔"(27)

میک اپ کی عادی عورت کا دن میں ایک وافر حصہ میک اپ کے جھنجھٹ میں گزر جاتا ہے۔ وہ اپنا اصل چہرہ ظاہر کرنے سے ڈرتی ہے اور ہر وقت میک اپ میں رہتی ہے تاکہ کوئی اصلی صورت سے آگاہ ہو کر اس سے بیزاری کے ساتھ دور نہ ہو جائے۔

حکیم محمد طارق محمود مجذوبی بیان کرتے ہیں:

مجھے ایک خاتون کا خط ملا جس کے بچے بھی تھے اور ایک بچہ بالغ بھی تھا۔ اس نے خط میں لکھا کہ اگر کوئی زندگی دلدل سے مجھے نکال سکتا ہے تو مجھے گمان ہے کہ آپ ہی مجھے نکال سکتے ہیں۔ اس عورت نے مزید لکھا کہ میرا شوہر فلاں آفس میں میں ہے۔ ہمارے پاس رزق کی فراوانی ہے تو میں نے سوچا کہ کی بیوٹی پارلر کا انتخاب کروں۔ میں نے بیوٹی پارلر جانا شروع کر دیا اور انہیں فیس کچھ زیادہ دی تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کے گھر میں آ کر آپکی خدمت کر جایا کروں گی۔ اس عورت نے مزید لکھا کہ پہلے میں نے اپنی پنڈلیوں کے بال چنوائے اور پھر جسم کے اور میرے جسم کے ہر حصے شرم اور جھرم کے سارے بال جو آج کل عمومی ہو رہا ہے۔ پھر اس کے بعد مجھے اس بیوٹی پارلر والی عورت سے محبت ہو گئی اور اپنے شوہر کی محبت کم ہو گئی۔ اور پھر میں اپنے شوہر کے قابل نہ رہی۔ دن رات میری چاہت میں وہ عورت ہی ہوتی ہے۔ میں شرم کے مارے اپنے شوہر سے بھی اس کا اظہار نہیں کر سکتی۔"

3. ایک اور خاتون کا خط ملا اس نے خط کے ذریعے یہ بات کہی کہ خواتین کے بالوں کے نظام کی صفائی کرتے کرتے میری نظروں میں اتنی شیطانیت آ گئی ہے کہ میں جہاں کہیں دیکھتی ہوں لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ جس کسی کو بھی دیکھتی ہوں وہ حادثے کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس کو میں دیکھتی ہوں وہ کسی نہ کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ اور مجھے خود احساس ہو جاتا ہے کہ میں اس کو دیکھ رہی ہوں اس کو ضرور کچھ ہو گا تو ہو جاتا ہے۔"(28)

بیوٹی پالر میں اب فوٹو شوٹ کروانے کا رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ اکثر شادی کے موقع پر دلہا دلہن کا اکٹھا فوٹو شوٹ ہوتا ہے کئی مرتبہ تو صرف دلہن ہی فوٹو شوٹ کراتی ہے فوٹو شوٹ میں مختلف انداز سے تصاویر بنائی جاتی ہیں. بڑے بڑے بیوٹی پالر شادی کے پیکیج میں دلہن کا میک اپ اور فوٹو شوٹ بھی دیتے ہیں۔

فوٹو شوٹ کے اس رجحان سے ایک مسئلہ سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ فوٹو شوٹ کرنے والے اکثر مرد حضرات ہوتے ہیں

اور کئی موقعوں پر فوٹو شوٹ کے دوران لی گئی تصاویر کے ذریعے لڑکیوں کو بلیک میل کیا جاتا ہے یہ بلیک میلنگ یا تو پیسے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے یا پھر عزت دار گھرانوں کی عزتیں خراب کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔اس قسم کی حرکات میں بیوٹی پارلر کا عملہ بھی ملوس ہوتا ہے مرد فوٹو گرافر کے علاوہ بڑے بڑے بیوٹی سیلونز میں عورتوں کو بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں مختلف طریقوں سے ہراساں کرتی ہیں جس کا نتیجہ معاشرتی بگاڑ کے طور پر رونما ہوتا ہے۔

عصر حاضر کے آغاز میں "آزادی نسواں" کے نام سے تحریک شروع کی گئی ہے۔برائی کی ساری قوتیں یہ بات اچھی طرح جانتی ہیں کہ پوری امت کو تباہی کے دھانے پر لانے کے لیے عورت کی آزادی سے بڑھ کر اور کوئی راستہ کار گر نہیں ہو سکتا ہے۔یعنی اس عورت کو مردوں کے راستے میں لا کھڑا کیا جائے تا کہ یہ انھیں فتنوں میں مبتلا کرنے اور اس کے اخلاق و کردار کو تباہ کرنے کا باعث بنے۔ماڈرن ازم پر عمل کرنے والوں کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کو ہر قیمت پر گھر سے باہر لایا جائے۔

فحاشی اور زیبائش میں فرق کو سماجی رویوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یوں بیان کیا گیا ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ بعض عورتوں پر فیشن کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ وہ حیاء کا پردہ چاک کر دیتی ہے۔مثلاً آدھے آستین والے یا آدھے بازو والے کپڑے استعمال کرتی ہیں۔جن سے ان کا جسم ننگا ہوتا ہے یا ہار اور گانی وغیرہ سینے پر سجالیتی ہیں یا اتنا تنگ لباس پہنتی ہیں کہ جسمانی بناوٹ واضح ہو جاتی ہے۔فیشن کی دھن میں عورتیں لوگوں کے سامنے چلتے وقت اپنی پنڈلیاں دکھانے کے لیے نیچے سے کپڑے چاک کر دیتی ہیں۔ماڈرن ازم کے چکر میں ایسی عورتیں طرح طرح کے فیشن اپنا کر اسلامی معاشرے میں بے حیائی کا زہر پھیلا رہی ہیں۔مائیں اپنے بچوں کے لیے مہنگے مہنگے کپڑے خریدنے کی بھی عادی ہوتی ہیں خاص طور پر ان بچیوں کے مخصوص لباس جن کی عمر تیرہ سے چودہ سال کے قریب قریب ہے۔

مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ماں اپنی بچی کے لیے کئی سو روپے کا سوٹ خریدتی ہے لیکن یہ سوٹ چھوٹے اور ننگی آستینوں والے ہوتے ہیں یا ان میں کسی ذی روح کی تصویر بنی ہوتی ہے یا عقیدے کے برخلاف کوئی نامانوس الفاظ تحریر ہوتے ہیں۔یہ ساری بیماری نت نئے فیشن کی بدولت ہوتی ہے۔ہر محفل کے لیے الگ اور نیا لباس مخصوص کیا گیا ہے کہ جسے دوبارہ پہننے کی ضرورت محسوس ہو تو ایک یا دو مرتبہ استعمال کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ بچے بڑی تیزی سے پھلتے اور پھولتے ہیں خاص طور پر آٹھ سے آٹھارہ سال کی عمر میں تو چند ہفتوں اور مہینوں میں بچے کی لمبائی اور وزن میں اضافہ ہوتا ہے۔موجودہ دور کی ماڈرن بننے والی عورتیں اپنا مال فالتو عیش وعشرت میں برباد کر رہی ہیں۔یہ نت نئے فیشن اپنا کر معاشرے میں سرے عام فحاشی کو ہوا دے رہی ہیں جس سے وہ معاشرے میں موجود مردوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں۔اور فیشن کے نام پر اپنی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی کو تباہ و برباد کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ:

«أحب البلاد إلى الله مساجدها، وأبغض البلاد إلى الله أسواقها»(29)

اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ مقام مساجد اور سب سے برے مقام بازار ہیں۔

خلاصہ کلام:

خوبصورتی ہماری زندگیوں اور ہمارے شہروں کے لیے کیوں اہم ہے،خوبصورتی سچ ہے، سچائی خوبصورتی آپ زمین پر بس اتنا جانتے ہیں اور آپ کوجاننے کی ضرورت ہے، جان کیٹس لیجنڈ کے مطابق فارس کے بادشاہ Exeo نے ایک بار اپنی فوج کو کئی دنوں کے لیے ایک گوہر کے درخت کی خوبصورتی کی تعریف کرنے کے لیے روک دیا۔ ایک جنگجو بادشاہ کے لیے جو سخت آدمیوں کی فوج کیقیامت کرر ہا تھا یہ ایک حیران کن عمل تھا۔ گوہر کا درخت مجھے یقین ہے، ناقابل یقین حدتک خوبصورت تھا لیکن کیا خوبصورتی کے نازک احساسات نے جنگ کی تلخ کی دہلیز پر بھی خوبصورتی کا احساس ہماری زندگی کا ایک ہمہ گیر اور اورضروری حصہ لگتا ہے۔ترقی یافتہ مغرب کی متعددی بیماریاں پسماندہ اور غلام مشرق میں بھی پھیل چکی ہیں۔ یہاں سب بغل بجانے لگے ہیں، یہ باور کروانے کی کوشش کرانے لگے ہیں کامیابی کا راز مغرب کی تقلید کرنے میں ہے اور اور خوشحالی زندگی بسر کرنے کے لئے اہل مغرب کے طریقوں کو اپنانا ہوگا ۔مشرقی ممالک میں مغربی اثرات تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ان اثرات کی لپیٹ میں عالم اسلام بھی آ رہا ہے۔ اس لیے قرآن و سنت کی روشنی میں متعلقہ فقہی مسائل کی تحقیق کی جائے گی اور عصر حاضر کے چیلنج کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ شرعی حدود میں معاشرتی ترقی اہم اور مثبت کام ہے لیکن شعائر اسلام کا مذاق اڑانے کا وطیرہ کسی فتنے سے کم نہیں ہے ۔یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ بچے بڑی تیزی سے پھلتے اور پھولتے ہیں خاص طور پر آٹھ سے آٹھارہ سال کی عمر میں تو چند ہفتوں اور مہینوں میں بچے کی لمبائی اور وزن میں اضافہ ہوتا ہے۔ موجودہ دور کی ماڈرن بننے والی عورتیں اپنامال فالتو عیش وعشرت میں برباد کر رہی ہیں۔ یہ نت نئے فیشن اپنا کر معاشرے میں سرے عام فحاشی کو ہوا دے رہی ہیں جس سے وہ معاشرے میں موجود مردوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں۔ اورفیشن کے نام پر اپنی اور بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی کوتباہ و برباد کرتی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

(1) محمد قطب، سید، اسلام اور جدید مادی افکار، مترجم: سجاد احمد کاندھلوی، ص:30

(2) ابوالحسن، علی ندوی، انسانی دنیاپر مسلمانوں کے عروج وزوال کااثر، ص:265

(3)اسلام اور جدید مادی افکار، ص:105
(4)ابو الاعلی مودودی، پردہ، ص:28
(5) محمد قطب، سید، اسلام اور جدید مادی افکار، ص:359
(6)ابوالحسن، علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:272
(7) جلال الدین عمری، مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، ص:16
(8)Saad Jaffar, Dr Asiya Bibi, Hajra Arzoo Siddiqui, Muhammad Waseem Mukhtar, Waqar Ahmad, Zeenat Haroon, and Badshah Khan. "Transgender Act 2018: Islamic Perspective to Interpret Statute for the Protection of Rights and Socio-Psychological Impacts on Pakistani Society." (2020).
(9)انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:95
(10) ریحان احمد یوسفی، خوبصورتی اور زیب وزینت، مکتبہ سلفیہ، لاہور، 2017، ص:105
(11) ریحان احمد یوسفی، خوبصورتی اور زیب وزینت، ص:107
(12) فاروق زمان، لباس، عورت اور فحاشی، اردو گلوبلی، لاہور، 2021، ص:21
(13) کوثر سلیمانی، فیشن مینگ (ماہنامہ) شمارہ نمبر 144، ستمبر 2002ء، ص:25
(14) جلال الدین عمری، مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، ص:55
(15) عمران ناظر، طیبہ (دوماہی) جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 4، 2002، ص:9
16. Jaffar, Saad, and Nasir Ali Khan. "ENGLISH-THE RIGHTS AND DUTIES OF MINORITIES IN ISLAMIC WELFARE STATE AND ITS IMPLEMENTATION IN THE CONTEMPORARY WORLD." *The Scholar Islamic Academic Research Journal* 7, no. 2 (2021): 36-57.
(17) احمد یار خان، مفتی اسلامی زندگی، ص:49
(18) مریم خنساء، طیبات دوماہی، جلد نمبر 2، شمارہ نمبر 3 ص:8
(19) ایضاً، ص:9
(20) سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی الحیاء، حدیث:4797
(21) البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، بیروت، الطبعۃالأولی، 1422ھ، کتاب النکاح، باب مایتقی من شؤم المرأۃ، حدیث:5096
(22)آپ کے مسائل اور ان کا حل، جسمانی وضع قطع(325/8)
(23) منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، 2013ء، (227/3)
(24) ابوالحسن علی ندوی، مولانا، حسنی، ندوی، انسان کی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو،

1979، ص:148
(25) مبارک علی، ڈاکٹر، تہذیب کی کہانی، لوہے کا زمانہ، فکرازم ورڈپریس ڈاٹ کام، ص:114
(26) مریم خنساء، طیبات دوماہی، جلد نمبر 2، شمارہ نمبر 3 ص:80
(27) جریدۃ الریاض شمارہ 896
(28) حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی بیوٹی پارلر کے سائیڈ افیکٹس، 17 اگست 2015، www.ubqari.org
(29) مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار الجیل ، بیروت، 1334 ہ، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح، حدیث: 671